تاریخ اسلامی میں دروغ گوراویوں کا کرداراور تدوین جدید کی ضرورت

مفتی عارف محمود

تاریخ کا لغوی مفہوم:......لغت میں ''تاریخ'' وقت سے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں (یعنی کسی چیز کے واقع ہونے کا وقت بتانا)۔(۱)

اہل لغت کہتے ہیں: أرخت الکتاب و رخته، یعنی میں نے لکھنے کا وقت ظاہر کیا۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری (المتوفی ۳۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ ''تاریخ'' اور ''توریخ'' دونوں کے معنی وقت سے آگاہ کرنا ہیں، چناں چہ اس کے لیے ''أرخت'' بھی کہا جاتا ہے اور ''ورخت'' بھی۔(۲)

بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ تاریخ ''أرخ'' (بضم الهمزة و كسرها) سے مشتق ہے، أرخ وحشی گائے (نیل گائے) کے مادہ بچہ کو کہتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس طرح بچہ نومولود ہوتا ہے اسی طرح تاریخ بھی ایک نو ایجاد شے ہے۔(۳)

تاریخ کا اصطلاحی مفہوم:......تاریخ کی اصطلاحی تعریف میں بڑی بڑی موشگافیاں کی گئی ہیں، یہاں بعض کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱)......اصطلاح میں تاریخ اس وقت کے بتانے کا نام ہے جس سے راویوں اور ائمہ کے سارے احوال وابستہ ہوتے ہیں، یعنی ان کی ولادت، وفات، ان کی صحت وعقل، طلب علم کے لیے سفر، حج، ان کا حافظہ، ضبط، واتقان، ان کا عادل ہونا، قابل جرح ہونا وغیرہ وغیرہ تمام باتیں جن کا تعلق ان کے احوال کے چھان بین سے ہو۔

(۲)......یا تاریخ اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ بادشاہوں، فاتحوں اور مشہور شخصیات کے احوال، گزرے ہوئے زمانہ کے بڑے اور عظیم الشان واقعات وحوادث، زمانہ گزشتہ کی تمدن، معاشرت، اخلاق وغیرہ سے واقفیت حاصل کی جاسکے۔

(۳)......بعض حضرات نے کہا کہ پھر اس مفہوم کو وسعت دے کر وہ سارے امور بھی اس سے ملحق کر دیئے گئے جو بڑے واقعات وحوادث سے متعلق ہوں، جنگوں، امورِ سلطنت، تہذیب وتمدن، حکومتوں کے قیام، عروج وزوال، رفاہِ عامہ کے کاموں وغیرہ کی حکایت کو بھی تاریخ کہا گیا ہے۔

خلاصہ اور نتیجہ ان تمام اقوال کا یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ جو حالات وواقعات بقیدِ وقت لکھے جاتے ہیں، ان کو تاریخ کہتے ہیں۔(۴)

تاریخ کی ضرورت وفوائد:......تاریخ سے گزشتہ اقوام کے عروج وزوال، تعمیر وتخریب کے احوال معلوم ہوتے ہیں، جس سے آئندہ نسلوں کے لیے کافی عبرت کا سامان میسر آتا ہے، حوصلہ بلند ہوتا ہے، دانائی وبصیرت حاصل ہوتی ہے اور دل ودماغ میں تازگی ونشونما کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، غرض تاریخ اس کائنات کا پس منظر بھی ہے اور پیش منظر بھی، اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کرنے میں خوب معاونت حاصل ہوتی ہے۔ (۵)

بہترین مؤرخ کون؟:......بہترین مؤرخ وہ ہوتا ہے جو سالم العقیدہ اور پاک مذہب ہو، جو کچھ لکھے وہ بیان واقع ہو، نہ کسی بات کو چھپائے، نہ کوئی غلط بات اپنی طرف سے بڑھائے۔ مؤرخ کے لیے ضروری ہے وہ امانت ودیانت میں ممتاز ہو، ذہین، نکتہ رس، منصف مزاج ہونے کے ساتھ ادب اور قادر الکلام بھی ہو، سیاسی، مسلکی وابستگی وتعصب سے پاک ہو، امراء وحکام کی خوشنودی اور مادی منافع اور جاہ ومنزلت کی خاطر حقائق کو توڑ مروڑ کر کے ضمیر وقلم فروشی کا مرتکب نہ ہو، تائیدی اسباب کے مختلف احتمالات میں پہلے سے سے کسی ایک جانب کو متعین نہ کرے، انصاف کے ساتھ صحیح اور درست سمت کو اختیار کرے، وغیرہ۔(۶)

شرائطِ مؤرخ:......علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ "قاعدة في المؤرخين نافعة جداً" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ اہلِ تاریخ بعض دفع کچھ لوگوں کو ان کے مقام ومرتبہ سے گرا کر اور کچھ کو اونچا کر کے پیش کرتے ہیں، یہ یا تو تعصب، یا جہل، یا غیر موثوق راوی کے نقل پر اعتمادِ محض وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے، شاید ہی کسی تاریخ کو آپ اس سے خالی پائیں گے...اس بارے میں صحیح وصائب رائے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ چند شرائط کے بغیر مؤرخین کی نہ تو کسی مدح کو قبول کیا جائے اور نہ ہی جرح کو، وہ شرائط یہ ہیں:......(۱) مؤرخ صادق ہو، (۲) روایت باللفظ پر اعتماد کیا ہو نہ کہ روایت بالمعنی پر، (۳) اس کی نقل کردہ روایت مجلسِ مذاکرہ میں سن کر بعد میں نہ لکھی گئی ہو، (۴) جس سے نقل کر رہا ہو اس کے نام کی صراحت کرے، (۵) اپنی طرف سے کسی کے حالات بیان نہ کرے، (۶) تراجم میں کثرت نقل کو اختیار نہ کرے، (۷) مترجم لہ کے علمی اور دینی حالات سے پوری طرح واقف ہو، (۸) حسن عبارت کا مالک ہو اور الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو، (۹) حسن تصور والا ہو یہاں تک کہ مترجم لہ کے تمام حالات اس کے سامنے ہوں، اس کے بارے میں ایسی عبارت لائے جو نہ اسے اس کے حقیقی مقام سے اونچا کرے اور نہ گرادے، (۱۰) ہوی پرستی کا شکار نہ ہو کہ وہ اس کو

اپنی محبوب شخصیت کی مدح میں اطناب اور دیگر کے بارے میں تقصیر پر مجبور کرے، یا تو ہوئی سے بالکل پاک ہو یا اس میں ایسا عدل ہو جو اس کے ہوئی کو مغلوب کر کے انصاف پر مجبور کرے۔(۷)

تاریخ قرون ثلاثہ:......اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، ہماری تحریر کا مقصد قرون ثلاثہ سے متعلق تاریخ کی تدوین اور دروغ گوراویوں کے کردار اور تاریخ کی تدوین جدید کی ضرورت کے متعلق بحث کرنا ہے، اگرچہ تدوین حدیث بھی تاریخ ہی کا ایک حصہ ہے، مگر وہ ہمارا موضوع بحث نہیں، اس سے متعلق سرسری اشاروں پر اکتفا کریں گے۔ اسلام میں تاریخ نویسی کی ابتدا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے ہوئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا وغزوات کے حالات نہ صرف اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے، بلکہ اپنی اولاد کو بھی انہیں یاد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، لیکن باقاعدہ سے تمام اخبار ووقائع کو بصورت تاریخ مدون کرنے کا کام دوسری صدی ہجری میں بنوعباس کے عہدِ حکومت میں شروع ہوا، ابتدا میں واقعات کو بیان کرنے کے لئے سند کا اہتمام کیا گیا، یہاں تک کہ اشعار بھی سند کے ساتھ بیان کیے جاتے تھے، چناں چہ تاریخ طبری اور کتاب الأغانی اس کا مظہر ہیں، لیکن یہ واضح رہے عام اخبار ووقائع اور اشعار کے راویوں کی بابت بحث وتمحیص اور تحقیق کے باب میں وہ اہتمام اور شدت نہیں برتی گئی جو روایاتِ حدیث کے متعلق بحث وتمحیص اور تحقیق کے باب میں برتی گئی۔

تدوین تاریخ میں کارفرما ایک نفسیاتی ضابطہ:......یہ بات تو ہر عام وخاص پر واضح ہے کہ انسانی تاریخ میں جب بھی ایک قوم وقبیلہ یا جماعت وپارٹی کی حکومت واقتدار کو ختم کر کے دوسری مقابل قوم وقبیلہ یا جماعت وپارٹی برسرِ اقتدار آتی ہے تو وہ اپنے پیش رو حکمرانوں کی تمام خوبیوں، محاسن اور تعمیری کاموں کو بھی خامیوں، برائیوں اور تخریب باور کروانے کے لیے پوری حکومتی مشینری کے ساتھ مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے، تدوین تاریخ اسلامی کے وقت بھی یہ نفسیاتی ضابطہ کار فرما رہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت کے بعد سے تقریباً ۱۳۲ ہجری تک عالم اسلام پر بنوامیہ کی حکومت رہی، پھر اس کے بعد ۱۳۲ ہجری بموافق ۷۴۹ء بنوعباس کے ایک شخص ابوالعباس السفاح نے بنوامیہ کی حکومت ختم کر کے بنوعباس کی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ بنوعباس زمانہ قدیم سے خاندانی وقبائلی عصبیت کے تحت بنوامیہ کے سخت مخالف تھے، لہٰذا جب بنوعباس کے دورِ حکومت میں تاریخ کی تدوین شروع ہوئی تو عام طور سے تاریخی وقائع وحوادث کو مرتب کرنے میں اسی نفسیاتی ضابطہ کو پیش نظر رکھا گیا، بلکہ بعض مؤرخین نے حکومتی ظلم وستم سے بچنے یا حکامِ وقت کی خوشنودی کی خاطر اور اپنی معاشی وتمدنی حالت کو مستحکم کرنے کیلئے مذکورہ بالا طرز ہی اختیار کیا۔

علامہ شبلیؒ کی گواہی:......قریبی دور کے ایک مشہور مؤرخ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الإنتقاد

علی التمدن الإسلامي" میں اسلامی تاریخ کی ابتدائی تدوین کا بہترین جائزہ پیش کیا ہے، چناں چہ علامہ صاحب نے لکھا ہے:

"اسلامی تاریخ کے مؤرخین عموماً بنوعباس کے عہد میں (پیدا) ہوئے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ عباسیوں کے عہد میں بنوامیہ کی خوبی کی کوئی چیز (بھی) اتفاقاً صادر ہو جاتی تو اس کے قائل کو کئی قسم کی ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑتا اور ہتک عزت کے علاوہ ناموافق انجام سے بھی دوچار ہونا پڑتا تھا، دفتر تاریخ میں اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں"۔(۸)

راویوں کا نظریاتی کردار:......اس کے علاوہ تاریخی واقعات کو نقل کرنے والے راویوں کے نظریات اور مذہبی رجحانات نے بھی ان واقعات کو بیان کرنے اور اس کے لئے اختیار کی جانے والی تعبیر میں مرکزی کردار کیا، خصوصاً جب انہیں روایت بالمعنی کی عام اجازت بھی حاصل تھی، چناں چہ بہت سارے گمراہ عقائد وافکار کے حامل راویوں نے قرونِ ثلاثہ سے متعلق واقعات کو اپنے مذہبی رجحانات ونظریاتی افکار کے تحت حقائق کو نظر انداز کر کے اس طرح بیان کیا کہ اس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین کے بارے میں بہت سارے مطاعن ومثالب پیدا کیے گئے۔

دروغ گو راویوں کے ظہور کے اسباب واہداف:......قرون ثلاثہ میں خاص طور سے تدوین تاریخ کے زمانہ میں حدیث وتاریخ کے سلسلہ میں دروغ گو راویوں کی ایک بڑی تعداد ظاہر ہوئی، ایک محتاط اندازے کے مطابق ساڑھے تین سو سے زائد دروغ گو راوی ہیں جنہوں نے ہمارے صاف وشفاف علمی اور تاریخی ورثہ کو اپنی دروغ گوئیوں سے گدلا کر ڈالا، بلکہ بسا اوقات ناپاک بھی کر دیا ہے، وہ کون سے اسباب تھے جنہوں نے ان لوگوں کو دروغ گوئی پر مجبور کیا اور ان کی اس دروغ گوئی اور کذب کے پس پردہ کیا اہداف ومقاصد تھے، بعض کی طرف تو ہم اشارہ کر چکے ہیں، یہاں چند اہم اسباب واہداف کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اگر آپ قرون ثلاثہ کی تاریخ کا باریک بینی سے جائزہ لیں تو تدوین کے اس زمانہ میں جھوٹ وکذب کے ظاہر ہونے کے اسباب واہداف میں تداخل پائیں گے، بسا اوقات ایک ہی واقعہ میں سبب اور ہدف دونوں پائے جائیں گے، اگر آپ نفس واقعہ کی طرف دیکھیں گے تو آپ کو اس کا سبب نظر آئے گا، لیکن اسی واقعہ پر نتیجہ کے اعتبار سے غور کیا جائے تو اس کا ایک ہدف وغرض بھی سامنے آئے گی۔ غرض دروغ گوئی وکذب کے بعض ایسے گہرے اور بنیادی اور واضح اسباب ہیں، جن کی وجہ سے قرونِ ثلاثہ کے دوران عام طور سے اور تدوین تاریخ کے وقت خاص طور سے دروغ گوئی نے جڑ پکڑ لی تھی۔

دروغ گوئی کے اہم اور بنیادی اسباب:......ویسے تو دروغ گوئی وکذب کے اسباب کثیر تعداد میں ہیں، ہم یہاں صرف چند اہم اور بنیادی اسباب کے ذکر پر اکتفا کریں گے:

(۱)......سیاسی اختلافات (۲)......فکری اور مذہبی گمراہی وبے اعتدالی (۳)......باطنی امراض (کفر ونفاق اور زندقہ)

سیاسی اختلافات:......بنیادی طور پر سیاسی اختلافات ہی وہ اہم سبب ہے جس نے امت مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف باہم مقابل فرقوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کے دست وگریباں اور خون کا پیاسا بنادیا، سیاسی اختلافات کی ابتدا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری ایام میں ہوئی اور بالآخر ۱۳۲ہجری میں ابولعباس السفاح کے ہاتھوں بنوامیہ کے اقتدار کے خاتمہ کی شکل میں اس کے خون آشام نتائج ظاہر ہونے لگے اور عالم اسلام کی موجودہ صورت حال بھی اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ اس کی خون آشامی اب بھی امت مسلمہ کو گھیرے ہوئے ہے۔

فکری اور مذہبی گمراہی:......فکری اور مذہبی گمراہی نے اسی سیاسی فتنہ کے بطن سے جنم لیا، اس اندھے سیاسی فتنہ نے فکری اور مذہبی انحراف کو مزید اوندھا اور گہرا کر کے نہ صرف اسے بنیاد فراہم کی بلکہ اس کا دفاع کر کے اسے ایک مقدس، شرعی و مذہبی رنگ دے دیا، جیسا کہ صراط مستقیم سے انحراف کرنے والے، اسلام کی طرف منسوب بہت سارے گمراہ فرق خوارج وروافض وغیرہ کا حال یہی ہے کہ دونوں نے سیاسی فتنہ کے بطن سے جنم لے کر اسی کی گود میں پرورش پائی اور اس کی تائید سے صراط مستقیم سے منحرف ان فرقوں نے ایک مقدس مذہبی رنگ کا لبادہ اوڑھ لیا، جن کی تقدس کے پس پردہ امت مسلمہ کو گزشتہ تیرہ صدیوں سے لہولہان کیا جارہا ہے۔

امراض باطنی:......جیسا کہ کفر، نفاق، زندقہ، حسد، کینہ، دنیا کی محبت وحرص وغیرہ یہ وہ اسباب ہیں جنہوں نے بہت سارے لوگوں کو دروغ گوئی، اس میں مہارت وامتیاز حاصل کرنے پر ابھارا اور مجبور کیا، پھر اس کے برے اور زہریلے اثرات میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب ان امراض باطنی اور سیاسی و مذہبی اختلافات میں امتزاج ہوا۔

غرض یہی وہ مرکزی اور بنیادی اسباب تھے جنہوں نے ان دروغ گو راویوں کے لئے زمین ہموار کی اور فضاو ماحول کو سازگار بنایا جس کی وجہ سے وہ نہ صرف جھوٹ ودروغ گوئی کی طرف متوجہ ہوئے، بلکہ اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی سعی نامسعود کی، تاکہ اپنے زعم باطل کے مطابق اس دروغ گوئی کے سہارے اپنے مذہب کی خدمت، مصالح کے حصول اور شہوات کی تکمیل کرسکیں۔

مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائید ونصرت:......دروغ گوئی وکذب کے ظاہر ہونے کے اسباب میں ایک سبب صراط مستقیم سے منحرف رہنے والے مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائید ونصرت بھی ہے، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دروغ گو اور کذاب احمد بن عبداللہ جویباری فرقہ کرامیہ کی نصرت ودفاع کی خاطر محمد بن کرام کے لئے احادیث گھڑا کرتا تھا اور محمد بن کرام انہیں اپنی کتابوں میں ذکر کرتا تھا۔(۹) اس طرح دروغ گو وکذاب قاضی محمد بن عثمان نصیبی روافض کی تائید ونصرت کی خاطر احادیث گھڑا کرتا تھا اور ابوجارود بن منذر کوفی مثالب صحابہ میں احادیث وضع کیا کرتا تھا، عبدالرحمن بن خراشی شیعی کا بھی یہیں وطیرہ تھا، اس نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے مزعومہ مثالب میں دو رسالے تحریر کر کے روافض کے ایک بڑے پیشوا کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اسے دو ہزار

درھم انعام میں دیے۔(۱۰)

غور فرمائیں کہ مذکورہ بالا تینوں افراد کا ہدف و مقصد وضع حدیث سے صرف اپنے مخصوص فرقہ کے فکری و اعتقادی افکار کی تائید کے علاوہ کچھ نہیں، یہ لوگ صرف انبیاء کرام کے بعد بالاتفاق خیر البشر وافضل البشر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان درازی اور دلی کینہ کے اظہار کی غرض سے دروغ گوئی کیا کرتے تھے، روافض نے اہل بیت وحضرت علی رضی اللہ عنہ پر تین ہزار کے قریب جعلی احادیث وضع کی ہیں۔(۱۰☆)

ترغیب وترہیب:......دروغ گوئی کے اہداف میں ایک ہدف لوگوں کو دین کی ترغیب دینا اور ان کے دلوں کو نرم کرنا اور اپنے مزعومہ نظریہ کے مطابق لوگوں کو اجر کی امید دلانا اور گناہ سے روکنے کے لیے ترہیب بھی تھا، جیسا کہ بعض جاہل اور صوفی قسم کے لوگوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا۔

مادی ومعاشی فوائد کا حصول:......دروغ گوئی کے مرکزی اہداف واسباب میں ایک بڑا اور بنیادی سبب وہدف جاہل عوام کو اپنی طرف مائل کر کے ان سے مادی ومعاشی فوائد حاصل کر کے اپنی خواہشات وچاہتوں کو پورا کرنا بھی تھا، یہ طرزِ عمل مخصوص گمراہ فرقوں کے علاوہ قصہ گو اور واعظ قسم کے لوگوں نے بھی اختیار کیا ہوا تھا، یہ لوگوں کو جھوٹی روایات، عجیب وغریب اور محیر العقول قسم کی باتیں گھڑ کر سنایا کرتے تاکہ لوگ ان سے متاثر ہو کر ان کی مادی ومعاشی ضروریات کی تکمیل میں معاونت کریں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ”ابراہیم بن فضل اصفہانی (المتوفی ۵۳۰ھ) اصفہان کے بازار میں کھڑے ہو کر اسی وقت اپنی طرف سے احادیث گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور ان روایاتِ کاذبہ کے ساتھ صحیح روایات کی اسانید کو جوڑا کرتا تھا“۔(۱۱)

شخصی یا گروہی مفادات:......جھوٹ وکذب میں منافست کا ایک سبب وہدف اپنے شخصی یا گروہی مفاد کے لیے بعض برگزیدہ اور بڑے لوگوں کی مدح یا مذمت میں احادیث وضع کرنا بھی تھا، جیسا کہ روافض کا یہ عمومی حال تھا، علامہ ذہبی نے امام مازری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نعیم بن حماد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثالب میں جھوٹی روایات وضع کیا کرتا تھا، (۱۲) علامہ ذہبی ہی نے لکھا ہے کہ احمد بن عبداللہ جویباری نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں ایک حدیث وضع کی تھی۔(۱۳) ان تمام اسباب واہداف میں غور وفکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کذب ودروغ گوئی کے پھیلنے، پھلنے اور پھولنے کی اساس وبنیاد تو ان دروغ گوراویوں کے باطنی وداخلی امراض کے سبب وجود پذیر ہوئی لیکن سیاسی، گروہی اور مادی ومعاشی عوامل نے اس کی گہرائی ونشاط میں اضافہ کر کے اسے مزید سہ آتشہ بنایا۔

دروغ گوئی کے تاریخ اسلامی پر آثار سیئہ:......دروغ گوراویوں کے اس مخصوص مکتبہ فکر نے ہماری پوری تاریخ اسلامی پر عام طور سے اور قرون ثلاثہ پر خاص طور سے بہت سے زہریلے اور بُرے اثرات چھوڑے، مقامِ دعوتِ غور وفکر یہ ہے کہ ان دروغ گو اور کذّاب (اور متہم بالکذب) لوگوں کی روایات ہماری تاریخ، ادب، عقائد اور دینی تصانیف میں

سرایت کر گئیں اور ان کے ایک بڑے اور معتد بہ حصہ کو اپنے جھوٹ سے فاسد کر ڈالا، جس کے نتیجہ میں وہ تصانیف ثقہ روایات کے ساتھ اباطیل، خرافات و متناقضات کا مجموعہ بن کر رہ گئیں۔

تاریخ طبری کا ایک سرسری جائزہ:......جن حقائق کا ہم نے گزشتہ سطور میں تذکرہ کیا، ان کا ہماری اسلامی تاریخ سے کتنا تعلق ہے اور اس کے کیا برے اثرات مرتب ہوئے، ان کا ایک سرسری جائزہ لینے کی غرض سے ہم نے کتب تاریخ میں سے علامہ ابن جریر بن یزید طبری (المتوفی: ۳۱۰ھ) کی مشہور و معروف تصنیف "تاریخ الأمم والملوك المعروف بتاریخ الطبری" کا بطور نمونہ کے انتخاب کیا ہے، تاریخ طبری ہمارے عہدِ اسلامی کی تاریخ کا اہم مصدر ہونے کے علاوہ قرونِ ثلاثہ کے حوالہ سے سب سے اہم، کثیر المعلومات اور مستند سمجھی جانے والی کتاب ہے، اس لیے طبری اور ان کی کتاب کا مختصر سا تعارف کروانے کے بعد ہم اپنے اصل موضوع پر گفتگو کریں گے، تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ علامہ طبری خود تو ثقہ ہیں لیکن ان کی کتاب رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔

ابن جریر طبری کا مختصر تعارف:......نام محمد، ولدیت جریر، دادا کا نام یزید اور کنیت ابو جعفر ہے، پیدائش طبرستان میں ہوئی تو اس کی نسبت سے طبری کہلاتے ہیں۔ سن ولادت میں دو قول ہیں: (۱) ۲۲۴ ہجری کے آخر میں (۲) ۲۲۵ ہجری کے اول میں۔ ابن جریر خود اپنے ابتدائی حالات زندگی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "میں نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ یاد کر لیا، آٹھ سال کی عمر میں لوگوں کو نمازیں پڑھانا شروع کر دیں اور نو سال کی عمر میں حدیث لکھنا شروع کر دیا تھا"۔ ابن جریر طبری نے علوم و فنون کی تکمیل کیلئے مختلف علماء اور علاقوں کی طرف اسفار کیے۔ عراق میں ابو مقاتل سے فقہ پڑھی، احمد بن حماد دولابی سے کتاب المبتدا لکھی، مغازی محمد بن اسحاق کے واسطہ سے سلمہ بن فضل سے حاصل کیے اور اسی پر اپنی تاریخ کی بنیاد رکھی۔ کوفہ میں ھناد بن سری اور موسیٰ بن اسماعیل سے حدیث لکھی، سلیمان بن خلاد طلحی سے قراءت کا علم حاصل کیا پھر وہاں سے بغداد لوٹ آئے، احمد بن یوسف تغلبی کی صحبت میں رہے اور اس کے بعد فقہ شافعی کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کو اپنا مسلک ٹھہرا کر کئی سال تک اس کے مطابق فتویٰ دیتے رہے، بیروت میں عباس بن ولید بیروتی سے شامیوں کی روایت میں قرآت و تلاوت مکمل کی۔

مصر میں بھی ایک طویل دور تک قیام پذیر رہے، اسی اثنا میں شام چلے گئے پھر لوٹ آئے اور امام مزنی اور عبد الحکم کے صاحبزادوں سے فقہ شافعی کا علم حاصل کیا اور ابن وھب کے شاگردوں سے فقہ مالکی کی تحصیل کی۔ غرض علامہ طبری نے حدیث، تفسیر، قراءت، فقہ، تاریخ، شعر و شاعری اور تمام متداول علوم و فنون میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ مختلف عنوانات پر ۲۶ کے قریب کتابیں تصنیف کیں، ان میں تفسیر طبری کے علاوہ تاریخ طبری بہت زیادہ مشہور و معروف ہے۔ (۱۴)

تاریخ طبری کا مختصر تعارف:......اس کتاب کا نام "تاریخ الرسل والملوك" یا "تاریخ الأمم و الملوك" ہے،

البتہ تاریخ طبری کے نام سے عوام وخواص میں مشہور ہے۔علامہ طبری کی یہ تصنیف عربی تصانیف میں مکمل اور جامع تصنیف شمار کی جاتی ہے، یہ کتاب ان سے پہلے کے مؤرخین یعقوبی، بلاذری، واقدی، ابن سعد وغیرہ کے مقابلہ میں اکمل اوران کے بعد کے مؤرخین، مسعودی، ابن مسکویہ، ابن اثیراور ابن خلدون وغیرہ کے لیے ایک رہنما تصنیف بنی۔معجم الادباء میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ "ابن جریر نے اپنی اس تالیف میں ۳۰۲ھ کے آخر تک کے واقعات کو بیان کیا اور بروز بدھ ۲۷ ربیع الاول ۳۰۳ ہجری میں اس کی تکمیل کی"۔(۱۵)

طرزِ نگارش:......ابن جریر نے اپنی تاریخ کی ابتدا حدوثِ زمانہ کے ذکر، اول تخلیق یعنی قلم و دیگر مخلوقات کے تذکرہ سے کیا، پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء ورسل کے اخبار وحالات کو تورات میں انبیاء کی مذکور ترتیب کے مطابق بیان کیا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تمام اقوام اور ان کے واقعات کو بھی بیان کیا ہے۔اسلامی تاریخ کے حوادث کو ہجرت کے سال سے لے کر ۳۰۲ ہجری تک مرتب کیا، ہر سال کے مشہور واقعات و حوادث کو بیان کیا۔اس کے علاوہ اس کتاب میں حدیث، تفسیر، لغت، ادب، سیرت، مغازی، واقعات وشخصیات، اشعار، خطبات اور معاہدات وغیرہ کو خوبصورت اسلوب میں مناسب ترتیب کے ساتھ ہر روایت کو اس کے راوی اور قائل کی طرف (بغیر نقد وتحقیق کے) منسوب کیا کہ اس کو کتاب اور فصول کے عنوان سے تقسیم کر کے ان کو علماء کے اقوال سے مزین کیا ہے۔

مصادرِ تصنیف:......طبری نے اپنی اس تصنیف کے لیے جن مصادر کا انتخاب کیا وہ یہ ہیں:......(۱) تفسیر مجاہد اور عکرمہ وغیرہ سے نقل کی، (۲) سیرت ابان بن عثمان، عروہ بن زبیر، شرجیل بن سعد، موسی بن عقبہ اور ابن اسحاق سے نقل کی، (۳) ارتداد اور فتوحاتِ بلاد کے واقعات سیف بن عمر اسدی سے نقل کیے، (۴) جنگ جمل اور صفین کے واقعات ابومخنف اور مدائنی سے نقل کیے، (۵) بنوامیہ کی تاریخ عوانہ بن حکم سے نقل کی، (۶) بنوعباس کے حالات احمد بن ابوخیثمہ کی کتابوں سے لکھے، (۷) اسلام سے قبل عربوں کے حالات عبید بن شریۃ الجرہمی، محمد بن کعب قرظی اور وہب بن منبہ سے لیے، (۸) اہل فارس کے حالات فارسی کتابوں کے عربی ترجموں سے لیے، (۹) پوری کتاب میں مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ واقعات وحوادث اور روایات کو ان کی اسناد کے ساتھ بغیر کسی کلام کے ذکر کرتے چلے گئے ہیں، (۱۰) جن کتابوں اور مؤلفین سے استفادہ کیا ہے تو جگہ جگہ ان کے ناموں کی صراحت کی ہے، (۱۱) تاریخ طبری کے بہت سارے تکملات لکھے گئے اور کئی لوگوں نے اس کا اختصار بھی کیا اور خود طبری نے سب سے پہلے اس کا ذیل لکھا، بعض حضرات نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا، پھر فارسی سے ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا۔(۱۶)

.........................(جاری ہے).........................